نقد و تبصرہ

کتاب : جمعیۃ العلمائے ہند

مولفہ : پروین روزینہ

ناشر : قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت۔ اسلام آباد

صفحات : ۵۰۷

قیمت : ۶۵ روپے

علمی حلقے طویل عرصے سے اس بات کی ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ آزادیٔ ہند کی تحریک میں علمار نے جو کردار ادا کیا ہے، اس کی تفصیلات منظر عام پر آنی چاہئیں۔ اور ان تمام تاریخی دستاویزات کے تحفظ اور اشاعت کا انتظام ہونا چاہیئے جو برصغیر پاک و ہند کی آزادی سے متعلق ہیں، زیر تبصرہ کتاب جو کہ اس سلسلے کی ابتدائی کڑی ہے کافی حد تک اس ضرورت کی تکمیل کرتی ہے۔

ہم اسے اپنی غفلت ہی سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ ہمیں جب بھی اپنی قومی اور سیاسی جدوجہد اور تحریکات کے مطالعہ کی ضرورت پیش آئی، تو کبھی اس کا مکمل ریکارڈ ہمارے گھروں اور لائبریریوں میں نہ مل سکا، ہم نے اپنے قومی اور سیاسی ماضی کو ہمیشہ دوسروں، بلکہ حریفوں کے آنگن میں تلاش کیا، ہماری جدوجہد اور عظیم قربانیوں کی داستانیں اغیار کے کتب خانوں سے دستیاب ہوئیں۔

ہماری اس غفلت کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ تاریخ کا وہ حصہ جس سے ہمارا قومی تشخص ابھرتا تھا، دوسری قوموں کو ہم اُسے آئینہ کے طور پر دکھا سکتے تھے اور خود ہماری اپنی نسلیں اس سے بہت کچھ سیکھتیں۔ ان کے عزم و ثبات میں اس سے قوت پیدا ہوتی، وہ دوستوں اور دشمنوں میں آسانی کے ساتھ تمیز کر سکتیں، وہ حصہ ہمارے ہاتھ سے یا تو ضائع ہو گیا، یا اس میں اس حد تک قطع و برید کر دی گئی کہ ہم خود اسے اپنی تاریخ کا ایک حصہ کہتے ہوئے خوف محسوس کرنے لگے۔

یہ حقیقت اگرچہ آج کی نسل سے خاصی حد تک پوشیدہ ہو گئی کہ برصغیر کی تحریکِ آزادی میں پیش قدمی کرنے والے اور سب سے زیادہ قربانیاں دینے والے علمائے دین تھے۔ بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ انگریز کے خلاف آزادی کی تمام تحریکوں کے محرک اور روحِ رواں علمائے حق ہی رہے اور انہی کے ہاتھوں میں قیادت کا منصب رہا، انہوں نے نہ کبھی برسرِ اقتدار طبقے کے آگے سپر ڈالی نہ افہام وتفہیم کی راہ اپنائی، اور نہ مراعات کے طلبگار بن کر کلمۂ حق کہنے میں کسی عذر اور "تاویل" کو روا رکھا۔ سید احمد شہید نے آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جان دے کر جو تسلسل قائم کیا تھا، وہ ہمیں مختلف رنگوں میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک نظر آتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے انگریز نے اپنے سو سالہ دورِ اقتدار میں سب سے زیادہ علمائے حق کی کردار کشی کی۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ اس طبقے کا اثر و رسوخ جتنا کم ہوگا ہمارے اقتدار کی مدت اتنی ہی طویل ہوگی۔ وہ اپنے اس مقصد میں اس حد تک کامیاب ہوئے کہ خود ہم لوگ یہ سمجھنے لگے کہ علماء مسلم معاشرے کا ایک غیر ضروری حصہ ہیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک کا دور، دورِ غلامی تھا اس دور میں کوئی شخص یہ امید نہیں کر سکتا تھا کہ ایک صدی میں آزادی کی جو تحریکیں چلیں اس میں مسلمانوں نے اور بطورِ خاص علماء نے جو قربانیاں دیں، قومی اور حکومتی سطح پر اسے محفوظ کرنے اور اس کے بعد اس کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام ہو۔

۱۹۴۷ء سے پہلے بعض اہلِ علم نے انفرادی طور پر اس موضوع پر کچھ کام کیا۔ اُردو میں مولانا سید محمد میاں دیوبندی اور سید طفیل احمد منگلوری کی کتابوں کے علاوہ، علمائے ہند کی سیاسی خدمات پر اور کوئی کتاب رہنمائی کا ذریعہ نہ بن سکی۔

۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ برصغیر میں پاکستان کے نام سے ایک آزاد اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آگیا، اس بات کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی کہ آزادیٔ ہند کی تحریک میں مسلمانوں نے، اور بالخصوص علماء نے جو کردار ادا کیا ہے، اسے مربوط شکل میں سامنے لایا جائے۔ برصغیر میں علماء کی طرف سے جو سیاسی جدوجہد، منظم اور مربوط شکل میں ہوئی، اس میں نمایاں حصہ

جمعیۃ علمائے ہند کا ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا، اگرچہ ایک مختصر اور محدود زمانے کے علاوہ اس کی راہیں مسلم لیگ سے جدا رہیں۔ اور اس نے اس نظریہ سے اتفاق نہیں کیا، جسے مسلم لیگ نے ہندوستانی مسلمانوں کی آزادی کے لئے اپنایا، اور اسی نظریہ کی بنا پر بالآخر وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب بھی ہوئی، اور "پاکستان" کے نام سے دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی ریاست کا رنگ ابھرا، لیکن ایک محقق اور مورخ کے لئے یہ بات ثانوی حیثیت کی حامل ہوتی ہے کہ: کس کی مساعی کا رُخ کیا تھا۔ کس نے کہاں غلطی کی، کیوں کی۔ اور کس کی قربانیوں کا کیا نتیجہ نکلا۔؟ اس کے پیشِ نظر بنیادی بات یہ ہوتی ہے کہ قوم اور معاشرے میں جس نے تاریخ پر جو نقش ثبت کیا ہے، وہ محفوظ ہو جائے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ملک کے ایک ممتاز تاریخی و ثقافتی ادارے "قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت" اسلام آباد نے اس اہم قومی ضرورت کا احساس کیا کہ آزادیِ ہند کی تاریخ میں مختلف جماعتوں نے جو کام کیا ہے، اسے محفوظ و مرتب کیا جائے۔ صد سالہ تحریک آزادی برصغیر مسلمانوں کا بیش قیمت تاریخی اثاثہ ہے۔

یہ حقیقت بلاشبہ حوصلہ افزا ہے کہ حکومتی سرپرستی میں کام کرنے والے ادارے نے اس خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ مختلف جماعتوں کی دستاویزات کی جمع و ترتیب اور اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "جمعیۃ علمائے ہند" سے متعلق ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند سے متعلق دستاویزات پر مشتمل پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔ اسے ادارہ کی ایک ریسرچ اسکالر محترمہ پروین روزینہ صاحبہ نے مرتب کیا ہے، اس میں ایک پیش لفظ، ایک مقدمہ، آٹھ ابواب، اور چھ ضمیمہ جات شامل ہیں۔ پیش لفظ میں محترمہ مرتبہ نے ان دشواریوں، اور کاوشوں کا اجمالاً ذکر کیا ہے، جو اس راہ میں ان کو پیش آئیں اور وہ کس طرح اس اہم اور تاریخی اہمیت کی حامل مہم کو سرانجام دینے میں کامیاب ہوئیں۔ مقدمہ میں جمعیۃ کا تعارف ہے، اور آٹھ ابواب میں اجلاسِ دہلی ۱۹۲۰ء، اجلاسِ لاہور ۱۹۲۱ء، اجلاسِ گیا ۱۹۲۲ء، اجلاسِ کوکناڈا ۱۹۲۳ء، اجلاسِ مراد آباد ۱۹۲۵ء، اجلاسِ کلکتہ ۱۹۲۶ء، اور اجلاسِ پشاور

۱۹۲۷ء کے خطباتِ استقبالیہ، خطباتِ صدارت اور تجاویز شامل ہیں، ضمیمہ جات میں حوادثِ مالا بار ۱۹۲۲ء کی تحقیقاتی رپورٹ، ترکِ موالات کے سلسلے میں جمعیۃ کا پروگرام، نہرو رپورٹ پر جمعیۃ کی تنقید نیز ۱۹۳۱ء اور ۱۹۴۵ء کے فارمولوں کا متن شامل ہے۔

زیرِ تبصرہ جلد اول میں جمعیۃ علمائے ہند کے چودہ عام اجلاسوں کی قرار دادوں کا بھی ذکر ہے ہر اجلاس کا علیحدہ باب ہے اور ہر باب کی ترتیب اس طرح ہے کہ: سب سے پہلے خطبۂ استقبالیہ، اس کے بعد خطبۂ صدارت، اور پھر اُس اجلاس میں منظور ہونے والی قرار دادوں کا متن، اجلاسوں کی جو تاریخیں دی گئی ہیں، اس میں اس اہتمام اور اضافے سے افادیت بھی بڑھ گئی، اور بہت سے لوگوں کے لئے سہولت بھی ہوگئی کہ عیسوی تاریخوں کے ساتھ ہجری سن اور تاریخ بھی درج کر دی گئی ہے۔

جن نامور شخصیتوں کے خطباتِ صدارت اس جلد میں شامل ہیں، ان کے اسمائے گرامی ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محل، مولانا عبدالحق مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی، سید سلیمان ندوی، مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاری، مولانا معین الدین اجمیری۔

ہمیں امید ہے کہ قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت آزادیٔ ہند کی تحریک سے متعلق تمام سیاسی جماعتوں کی دستاویزات کو محفوظ و مرتب، اور شائع کرنے کی عظیم اور قابلِ قدر خدمت انجام دے گا کتابت و طباعت اور کاغذ کا معیار اچھا ہے۔

(محمد میاں صدیقی)